جس نے خدا کی رضا کیلئے اپنی استعداد کے مطابق خرچ کیا خدا نے اُس کے گھر کو فضلوں سے بھر دیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍اپریل ۱۹۷۶ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۃ رعد کی درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:-

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد:۲۳)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے سورۃ رعد کی اِس آیت میں بعض بنیادی تعلیمات کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ مومن اپنے ربّ کی رضا کی طلب میں ثباتِ قدم دکھاتے ہیں اور ان میں استقامت پائی جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور ’’الصلوٰۃ‘‘ کو ادا کرتے ہیں اور اسے قائم رکھتے ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ بھی عطا کیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً یعنی اس رنگ میں بھی خرچ کرتے ہیں کہ ان میں ریاء کا کوئی شائبہ پیدا نہ ہو اور اس طور پر بھی کہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ اور اُسوہ بنیں اور جب بدی کے ساتھ ان کا مقابلہ ہو تو وہ بدی کے مقابلہ میں بدی نہیں کرتے بلکہ نیکی کے ذریعہ سے بدی کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی وہ لوگ

ہیں لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ کہ جن کا انجام بہترین ہوتا ہے۔ اگلی آیات میں اس ''دار'' کا ذکر ہے اور ان ''جنّات'' کو بیان کیا گیا ہے جن کا کہ وعدہ دیا گیا ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ سے جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ جب اسی کی راہ میں اسے خرچ کرتا ہے تو اس میں اس کے اوقات بھی آجاتے ہیں، اس میں اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی آجاتی ہیں اس میں اس کی جسمانی قوتیں بھی آجاتی ہیں اس میں اس کی اخلاقی طاقتیں بھی آجاتی ہیں اور اس میں اس کی روحانی استعدادیں بھی آجاتی ہیں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسے مومن اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ثبات قدم دکھاتے ہیں اور آگے ہی آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب ان کے اعمال، جب ان کی کوششیں، جب ان کی جدوجہد مقبول ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جاتا ہے تو انہیں زیادہ سے زیادہ انعام حاصل ہوتے ہیں۔ جو کچھ مومن خرچ کرتے ہیں اس میں ان کے اموال بھی شامل ہیں۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں اموال کا خرچ ایک تو یہ ہے کہ کسی ایسی راہ میں یا کسی ایسے طریق پر یا کسی ایسی جگہ مال کو خرچ نہ کیا جائے جو خدا تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو مثلاً اسراف نہ ہو یا مثلاً ایسی بداخلاقیوں پر یا عیاشیوں پر یا دنیا کی معیوب مسرّتوں پر جو دنیا خرچ کرتی ہے اس قسم کا خرچ نہ ہو کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں نہیں ہے اور یہاں پر اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ہی ساری باتوں کا ذکر ہے۔ اسی واسطے اس آیت کو شروع ہی خدا تعالیٰ کی رضا کی طلب میں ثبات قدم دکھانے کے مضمون سے کیا گیا ہے۔

پس ہر وہ جگہ جہاں خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کا عطا کردہ مال یا دولت خرچ کی جاتی ہے اس سے ثواب حاصل ہوتا ہے مثلاً وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ (بخاری کتاب الصوم) پر عمل کرتے ہوئے اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے مناسب اور متوازن اور صحت مند غذا کھانا خدا تعالیٰ سے ثواب کو حاصل کرنا ہے۔ بشرطیکہ نیت یہ ہو کہ ہم خدا کی خاطر اس کی رضا کی طلب میں اور اس کی اطاعت میں خرچ کر رہے ہیں کیونکہ حکم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ اپنے نفس کے حقوق کو بھی اسی طرح ادا کرنا ہے جس طرح کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ غیروں کے حقوق کو ادا کرنا ہے۔ اگر ایک شخص اسراف اور ریا کی نیت سے نہیں بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ

نے کہا ہے کہ اپنی طاقتوں کو ضائع اور کمزور نہ کرو کیونکہ یہ بھی خدا کی ناشکری ہے۔ پس اگر وہ اس نیت سے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو۔ موسم کے لحاظ سے اپنی ضرورت پوری کرتے ہوئے کپڑے پہنتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے بچوں کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے انہیں متوازن غذا کھلاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم کی پیروی اس کی نیت ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا کو حاصل کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کے حکم کے مطابق اپنے ہمسائے کا خیال رکھتا ہے اور اس اطاعت حکم میں اسے اپنے مال کا کچھ حصہ خرچ کرنا پڑتا ہے یا اپنی طاقت کا کچھ حصہ خرچ کرنا پڑتا ہے مثلاً ہمسائے کو ضرورت ہے اس کے لئے دوا لانے والا کوئی نہیں۔ اگر وہ دوا کے لئے باہر جاتا ہے تو اس وقت اس نے اپنی طاقت کا ایک حصہ اپنے ہمسائے کے لئے خرچ کیا اور اس سے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص زمیندار ہے تو وہ اپنے بیلوں کے لئے اپنا وقت خرچ کرتا ہے۔ وقت پر ان کے لئے چارہ کاٹ کر لاتا ہے اور ان کو دیتا ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ یہ خدا کی مخلوق ہے یہ بھوکی نہیں رہنی چاہیئے اور اس کی نیت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ ایک نعمت عطا کی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے مجھے ان کی صحت کا اور ان کے طاقتور رکھنے کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے چاہیئے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ثواب دیتا ہے۔ غرض مال اور دولت کے خرچ کی ہزار ہا ایسی راہیں ہیں اپنے پہ خرچ کی، اپنوں پہ خرچ کی اور اپنے ہمسایوں پہ خرچ کرنے کی راہیں ہیں۔ اپنی قوم پر خرچ کرنے کی راہیں ہیں اور بنی نوع انسان پر خرچ کرنے کی راہیں ہیں کہ جو ثواب پر منتج ہوتی ہیں۔

خرچ کی کچھ راہیں متعین کر دی جاتی ہیں کبھی عارضی طور پر اور کبھی ایک لمبے عرصہ کے لئے۔ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت تھی کہ جب دشمن سے خطرہ پیدا ہوتا تو آپ اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے لئے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرتے تو آپ اعلان کرتے کہ اپنی جانیں پیش کرو، اپنے وقت پیش کرو، اپنے مال پیش کرو۔ اس وقت جو شخص اپنے دائرہ استعدادِ روحانی میں جتنا دے سکتا تھا وہ آ کر اتنا پیش کر دیتا تھا یا اپنے دائرہ استطاعتِ مال میں جتنا دے سکتا تھا اس دائرہ کے اندر رہتے ہوئے وہ اتنا پیش کر دیتا تھا اور خدا تعالیٰ کی نگاہ یہ نہیں دیکھتی تھی کہ

کسی نے ایک پیسہ دیا ہے اور کسی نے زیادہ دیا ہے۔ جس کے پاس زیادہ تھا اس نے زیادہ دے دیا جس کے پاس کم تھا اس نے کم دے دیا۔ اموال کے خرچ کا ایک وقتی اعلان ہوتا تھا اور اُمتِ مسلمہ کے مخلصین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس وقتی ہنگامی ضرورت کے پیش نظر اپنے اموال پیش کر دیتے تھے۔ خدا تعالیٰ ایسے اوقات میں ان کی ان قربانیوں کا جو نتیجہ نکالتا تھا اس سے ہم یہ استدلال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے خدا کے حضور اپنی طاقت کے مطابق پیش کیا اور کہا کہ اے ہمارے ربّ! جتنی طاقت تھی ہم نے دے دیا لیکن دشمن کے مقابلہ کے لئے جتنے کی ضرورت تھی اتنا ہم نہیں دے سکے۔ اس واسطے جتنی کمی رہ گئی ہے وہ پوری کر دے۔ نہ اس قسم کی تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں جس قسم کی تلواریں لے کر دشمن حملہ آور ہوتا تھا نہ اس قسم کے سامان ان کے پاس تھے لیکن جو نتیجہ نکلا اس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی طاقت کے مطابق جو پیشکش کی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول کر کے اپنی طرف سے برکت اور رحمت اور فضل کی شکل میں اتنا بیچ میں ڈالا کہ کوئی خامی باقی نہیں رہی۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی پھر خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اور پھر بعد میں بھی جہاں اسلام کے احکام کی پابندی میں دشمنوں کی یلغار کا مقابلہ کیا گیا اور دشمن کے مقابلہ میں طاقت کم ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا کہ دشمن کا زور ٹوٹ گیا لیکن جب تک زور نہیں ٹوٹا اس وقت تک ان کی بڑی طاقت تھی۔ ''کسریٰ'' ایک بہت بڑی طاقت تھی ساری دنیا کے خزانے ان کے پاس تھے۔ پھر ''قیصر'' ایک بہت بڑی طاقت تھی جس سے مقابلہ ہوا۔ پھر سپین کی طرف سے مسلمان داخل ہوئے اور انہوں نے اپنی حقیر قربانیاں پیش کر دیں (میں اس وقت تاریخ کے اس حصہ کی طرف نہیں جا رہا کہ سپین پر حملہ کی کیا ضرورت تھی۔ اس کی ضرورت تھی اور تاریخ نے اسے ریکارڈ کیا ہے وہ بھی دفاعی جنگیں ہی تھیں) اور دشمن کا زور ٹوٹ گیا اور خدا تعالیٰ نے انہیں بہت کچھ دیا۔ انہوں نے خدا کے حضور ابتدا میں جو کچھ پیش کیا تھا وہ تو بالکل حقیر تھا لیکن اس کے مقابل میں ان کو اتنا ملا تھا کہ وہ اس کو نہ سنبھال سکتے تھے، نہ خرچ کر سکتے تھے۔ خرچ اس لئے نہیں کر سکتے تھے کہ ان پر پابندیاں تھیں مثلاً مردوں نے سونا نہیں پہننا اور ہیرے جواہرات کا استعمال نہیں کرنا۔

مسلمانوں سے لوٹا ہوا مال اب تک سپین میں ایک جگہ اکٹھا ہے جب ہم قرطبہ کی مسجد دیکھنے گئے تو ان کا سالانہ میلہ تھا۔ انہوں نے مسلمانوں سے لوٹے ہوئے ہیرے جواہرات وغیرہ ایک بہت بڑے تابوت میں رکھے ہوئے ہیں اور سال میں ایک دن وہ اسے باہر نکال کر سارے شہر میں پھراتے ہیں۔ سپین کے رہنے والے ایک پروفیسر مجھے کہنے لگے کہ اس صندوق میں اڑہائی ٹن ہیرے جواہرات ہیں۔ وہ تابوت کی طرز کا ایک بہت بڑا صندوق تھا اور پہیوں والی گاڑی کے اوپر رکھ کر اسے شہر میں پھراتے تھے۔ غرض اس قدر ہیرے جواہرات تھے میں نے بھی وہ نظارہ دیکھا، قرطبہ دیکھا پھر الحمرا اور غرناطہ کے محل دیکھے اگرچہ سب جگہ تو ہم نہیں جا سکے تھے۔ وہاں جو نشان باقی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے مساجد کو بہت سجایا تھا اور اس نیت سے سجایا تھا کہ ہم ان ہیرے اور جواہرات کو خدا کے گھر کی سجاوٹ کے علاوہ اور کہاں خرچ کریں۔ کس مصرف میں لائیں؟ ویسے تو مسجد بڑی سادہ ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی مسجد ہے اور اس میں ریا کی خاطر نقوش کرنے اور اس کے اندر ہیرے جواہرات لگانے کی تو اسلام اجازت نہیں دیتا لیکن اگر کسی قوم کو خدا تعالیٰ اتنی کثرت سے ہیرے جواہرات دے دے کہ وہ اپنے پر اور اپنی بیویوں پر بھی ان کو خرچ نہ کرنا چاہیں یعنی ان کے استعمال میں نہ لانا چاہیں تو اگر وہ اس نیت سے کہ خدایا پھر ہم ان کو کہاں رکھیں تیرے گھر میں ہی دیواروں پر لگا دیتے ہیں۔

پس اگر اس نیت حسنہ کے ساتھ انہوں نے یہ لگائے تو انہوں نے اپنی نیتوں کے مطابق ثواب حاصل کر لیا لیکن جس کوشش اور جس قربانی کے نتیجہ میں یہ دنیا کے اموال ملے تھے میں اس وقت اس کی طرف آپ کو توجہ دلا رہا ہوں وہ قربانی تو بہت ہی حقیر تھی۔ میرے خیال میں جب یہ دس ہزار سپاہی گئے ہیں جس وقت مسلمانوں کی یہ پہلی فوج طارق کی قیادت میں وہاں اتری اور انہوں نے اپنی کشتیاں جلا دیں تو شاید ساری فوج کے پاس ایک ہیرا بھی نہیں ہوگا اور پھر خدا تعالیٰ نے انہیں بے شمار ہیرے اور جواہرات دیئے۔ وہ دشمن کی لاکھوں کی فوج کے مقابلہ کے لئے گئے تھے کیونکہ اس وقت وہاں ایسے متعصب عیسائی بادشاہ تھے جو اسلام کے خلاف اور اسلامی حکومتوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے اس کا سدِّ باب کرنا ضروری تھا لیکن ان کے مقابلہ میں دس ہزار کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اس قدر فرق ہے دونوں فوجوں

کا کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے لیکن جس چیز سے ان کے سینے اور ان کے ذہن اور ان کی روح بھری ہوئی تھی وہ اللہ پر توکل تھا۔ اتنے تھوڑے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اپنی کشتیاں جلا دیں کہ آ گئے ہیں تو اب واپس تو نہیں جانا ہم نے اور خدا تعالیٰ پر اتنا توکل کہ وہ ہماری اس حقیر کوشش کو ضائع نہیں کرے گا۔

پس خدا تعالیٰ یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ اسلام کو جتنی ضرورت ہے اتنا دو بلکہ مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ جتنی طاقت ہے اتنا خدا کے حضور پیش کر دو اور جتنی طاقت ہے اتنا جب پیش کیا جاتا ہے تو وہ ضرورت کا شاید کروڑواں حصہ بھی نہیں ہوتا شاید اربواں حصہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن خدا یہ کہتا ہے کہ جتنا تمہاری استعداد میں ہے جتنا تمہاری طاقت میں ہے وہ دے دو اور باقی مجھ پر توکل رکھو اور مجھ پر بھروسہ رکھو۔ خدا کہتا ہے کہ اصل طاقت تو میری ہے اور اصل حکم تو (خدا کہتا ہے کہ) میرا چلتا ہے۔ جب تم اپنی طاقت کے مطابق سارا دے دو گے تو میں ضرورت کے مطابق مہیا کر دوں گا۔ اس وقت ہم اسی قسم کے زمانہ میں سے گزر رہے ہیں۔ غریب سی جماعت ہے دُنیا اسے حقارت کی نظر سے دیکھ کر اور گالیاں دے کر خوش ہوتی ہے اور ہر قسم کی غلط اور بے بنیاد باتیں منسوب کر دیتے ہیں کہ آدمی حیران ہوتا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے لیکن اصل چیز یہ نہیں ہے کہ ان میں اخلاقی کمزوریاں ہیں ان کے لئے تو ہم دعائیں کرتے ہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ اس وقت یہ ہماری حالت ہے ہمارا مقام دُنیا کی نگاہ میں یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں، ایک ذرّہ ناچیز ہیں۔ یہ جو اتنی جرأت کے ساتھ اس قسم کی باتیں کر دی جاتی ہیں یہ نہیں کہ اس سے ہمیں غصہ آتا ہے۔ ہمیں تو ان پر رحم آتا ہے لیکن اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں اور ہر احمدی کو یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ اس سے ہمیں اپنی حالت کا پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا ہمیں بتا رہا ہے کہ ہو تو تم یہی نا کہ جو اُٹھتا ہے تمہیں گالی دینے کو ثواب سمجھتا ہے ہر قسم کے دُکھ تمہیں پہنچاتا ہے اور ایذا دیتا ہے۔ یہ ہے تمہاری حیثیت اور خدا کہتا ہے کہ تمہاری یہ حیثیت دُنیا کی نگاہ میں ہے لیکن میری نگاہ میں تمہاری یہ حیثیت نہیں ہے اگر تم خلوص نیت کے ساتھ اور ایثار کے ساتھ اور ثبات قدم کا مظاہرہ کرتے ہوئے جتنی طاقت ہے اتنا میرے حضور پیش کر دو گے تو تمہارے سپرد جو کام کیا گیا ہے اس کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے ان دونوں میں جو فرق ہے وہ مَیں پورا کر دوں گا اور وہ

پہلے بھی کرتا رہا ہے ہمارے سامنے کوئی نئی چیز تو نہیں۔ دراصل جب سے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع ہوا اس وقت سے یہی ہو رہا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ حسن سلوک اپنے پیارے بندوں کے ساتھ اس وقت اپنے کمال کو پہنچا جب شمس الکمال دُنیا پر ظاہر ہوا یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ عظیم تھا وہ انسان! کہ اس وقت سے اب تک چودہ سو سال ہو گئے ہیں کہ اس کی امت میں سے جس نے بھی اور جب بھی خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی طاقت کے مطابق اس کے حضور پیش کر دیا تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضلوں سے ان کے گھر کو بھر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مہدی معہود علیہ السلام حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے کہ آخری زمانہ میں ساری دُنیا میں اسلام غالب آ جائے گا اور آپ کے ذریعہ سے تربیت حاصل کرنے والوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بنی۔ اب آہستہ آہستہ اس تربیت کا رنگ بدل گیا ہے۔ کجا وہ زمانہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اگر کسی نے دین اسلام کی راہ میں چونّی پیش کی تو آپ نے اپنی کتابوں میں ان کا نام اور چونّی یا دونّی کا ذکر کر کے قیامت تک کے لئے ان کے لئے دعائیں کرنے والے بنا دیئے۔ جب بھی دوست پڑھیں گے ان کے لئے دعائیں کریں گے۔ آپ نے اس واسطے نام لکھے کہ یہ چیز اس زمانے کی حالت بتا رہی تھی، ایسا زمانہ تھا کہ کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کی راہ میں دونّی دینا بھی دوبھر سمجھتا تھا پھر تربیت ہوئی اور تربیت میں دو قسم کی وسعت پیدا ہوئی۔ ایک تو تربیت پانے والوں میں وسعت پیدا ہوئی اور دوسرے آہستہ آہستہ تربیت میں شدت پیدا ہوئی اور تربیت کا ہر قدم آگے بڑھنا شروع ہوا۔ چنانچہ ابھی مشاورت ختم ہوئی ہے اس میں جماعت کے بجٹ پیش ہوئے۔ بیرونی ممالک کا ایک سال کا بجٹ قریباً دو کروڑ روپے ہے اور اندرونِ پاکستان کا بجٹ اگر سارے چندے ملا لئے جائیں تو ایک کروڑ سے اوپر ہے لیکن صرف صدر انجمن احمدیہ کے چندے بھی ۷۲ لاکھ کے قریب بنتے ہیں۔ پس کجا ہم (یعنی جماعت احمدیہ) اپنے ابتدائی دَور میں دونّیوں کی بات کیا کرتے تھے اور کجا آج ہم کروڑوں کی بات کر رہے ہیں لیکن جس طرح کام بڑھنا شروع ہوا ہے اس کے لحاظ سے اس وقت کام کے مقابلے میں جو دونّی کی حیثیت تھی آج کروڑوں کی

حیثیت بھی کام کے مقابلہ میں وہی ہے کیونکہ جماعت احمدیہ کے سپرد جو کام ہوا ہے وہ کروڑوں سے تو پورا نہیں ہوتا۔ ساری دُنیا کو اسلام کی صداقت کا قائل کرنا ہے مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ ایک موقع پر مجھے شرمندہ ہونا پڑا۔ ایک صحافی نے مجھ سے یہ سوال کر دیا کہ اسلام کی ایسی حسین تعلیم کو ہمارے عوام تک پہنچانے کے لئے آپ نے کیا سامان کیا ہے؟ چنانچہ اس وقت مَیں نے اندازہ لگوایا اور یورپین ممالک کے سارے مبلّغین سے مَیں نے کہا کہ جائزہ لیں تو سوئٹزرلینڈ جو کہ ایک چھوٹا سا ملک ہے وہاں کے پوسٹ آفس نے کہا کہ اگر آپ ایک خط ہر گھر میں بھیجنا چاہیں تو اس پر پندرہ لاکھ روپیہ خرچ ہو جائے گا۔

پس یہ جو کروڑوں روپے کی ہماری ساری دُنیا کی جماعت کی آمد ہے اس سے تو شاید ہم ساری دُنیا کے ہر گھر میں ایک خط بھی نہ پہنچا سکیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج اسلام کو غالب کرنے اور نوعِ انسانی کے دلوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتنے کی جو ضرورت ہے اس ضرورت کے لئے کروڑوں روپے نہیں چاہئیں بلکہ کھربوں روپیہ سے بھی زیادہ رقم چاہئے لیکن خدا تعالیٰ ہمیں یہ کہتا ہے کہ تم سے جو بن آتی ہے وہ کرو اور باقی مجھ پر چھوڑ دو بہرحال جماعت خدا کے فضل سے اس میدان میں بھی جو کہ مالی جہاد کا میدان ہے ہر سال ترقی کرتی ہے۔

مالی جہاد کا میدان تو بہت چھوٹا ہے اور جو دوسرے بہت سے جہاد جماعت کر رہی ہے۔ ان کے لئے تو یہ ایک چھوٹی سی بنیاد بنتا ہے اس سے بڑی بنیاد وہ اوقات ہیں جو دوست دیتے ہیں۔ جماعت بہت وقت دے رہی ہے دو شکلوں میں جماعت وقت دے رہی ہے۔ ایک اس شکل میں کہ ہم تحریک کرتے رہتے ہیں کہ اتنی دفعہ الحمد للہ کہو اتنی دفعہ سبحان اللہ کہو اتنی دفعہ درود بھیجو اور اربوں دفعہ یہ تسبیح اور تحمید اور درود جماعت پڑھ رہی ہے اور دوسری دعائیں کر رہی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ استغفار کرو۔ خدا سے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافیاں مانگو۔ اس پر انسان وقت خرچ کرتا ہے۔ ساری جماعت اجتماعی رنگ میں یہ وقت خرچ کر رہی ہے۔ تسبیح اور تحمید اور درود کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے ہر نفس فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ ہر شخص کے اپنے نفس کے بھی حقوق ہیں جو اس طرح پورے ہوتے ہیں لیکن علاوہ

نفس کی بہتری کے ہماری یہ دعائیں اجتماعی نتائج بھی نکال رہی ہیں۔ پس ایک تو یہ وقت ہے جو جماعت دیتی ہے اور بڑے پیار سے دیتی ہے بڑے اخلاص سے دیتی ہے بڑی عاجزی سے دیتی ہے اور دعاؤں میں لگی ہوئی ہے دوسرا وقت جو جماعت دے رہی ہے گو وہ بھی دعاؤں کا حصہ ہی ہے لیکن پہلی دعاؤں کے علاوہ بہت ساری اور دعائیں ہیں جو ہم کرتے ہیں اور اس پر وقت خرچ کر رہے ہیں ہم جو کہتے ہیں نوافل پڑھو اس پر بھی تو وقت خرچ ہوتا ہے اس کے علاوہ ہم نیکی کے اور ہزار مطالبے کرتے ہیں مثلاً یہ کہ اپنے ہمسایوں کا خیال رکھو، اپنوں کا خیال رکھو، کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ اس کے لئے خیال رکھنا پڑتا ہے اور بہرحال وقت دینا پڑتا ہے، پھر وقف عارضی ہے، دورے ہیں۔ پھر مقامی کارکن وقت دیتے ہیں میں نے کئی دفعہ بتایا ہے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ دوست اگر سات یا آٹھ گھنٹے مثلاً اپنی فرم میں دے رہے ہیں تو جماعت کے کام کے لئے اس کے علاوہ وقت دیتے ہیں۔ رات کے گیارہ بجے تک بیٹھے رہتے ہیں اور دن میں دس دس گھنٹے وقت دے دیتے ہیں اس قدر وقت بھی دوست خرچ کر رہے ہیں۔ ہم وقت کے لحاظ سے اعداد و شمار اکٹھے نہیں کر سکتے ورنہ دُنیا ہماری مالی قربانی کے مقابلے میں ہماری وقت کی اس قربانی کو دیکھ کر بہت زیادہ حیران ہو جائے۔ عجیب قوم ہے! تھکتی ہی نہیں خدا کی راہ میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۵۵۰) جب انسان اپنا وقت ضائع نہیں کرتا بلکہ کام میں لگا رہتا ہے تب ہی یہ صورت بنتی ہے اور اس میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ تجھے ایک ایسی جماعت ملے گی جو اپنے اوقات کو ضائع نہیں کرے گی اور معمور الاوقات ہوگی۔ وہ لوگ دعاؤں میں لگے رہیں گے کبھی نفل پڑھ رہے ہیں کبھی دین کی باتیں کر رہے ہیں بچوں کو قرآن کریم پڑھا رہے ہیں وقفِ عارضی میں باہر نکل رہے ہیں کراچی اور لاہور کے جماعت کے مقامی نظام بڑے پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر جماعت ایک جگہ ہو تو کام شاید دسواں حصہ بھی نہ رہے لیکن اب ہر محلے میں کہیں دس گھر ہیں کہیں بیس گھر ہیں کہیں پچاس اور کہیں سو۔ پھر محلوں کے نظام ہیں اور پھر سارے لاہور کا نظام ہے اس میں کارکن وقت دے رہے ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں بھی کافی وقت

دے رہے ہیں اور یہ بھی اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ کے ماتحت ہی آ جاتا ہے۔

مومن جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مال بھی اس کا ایک حصہ ہے اور اس میں بھی جماعت ہمیشہ ترقی کرتی ہے اور مجھے اس مہینے کے شروع میں ہمیشہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بیت المال والے گھبرائے ہوئے ہیں لیکن مَیں تو نہیں گھبرایا ہوا۔ پچھلے سال میں نے فروری کے آخر میں خطبہ دیا تھا اور اس وقت مجوزہ بجٹ سے اٹھارہ لاکھ روپے کی کمی تھی اور جماعت نے اس اٹھارہ لاکھ سے کہیں زیادہ دے دیا اور اس وقت ساڑھے آٹھ لاکھ کے قریب کمی ہے۔ مَیں اس لئے یہ خطبہ نہیں دے رہا کہ میں یہ بدظنی کرتا ہوں کہ جماعت بجٹ سے آگے نہیں نکلے گی بلکہ اس لئے آج کا یہ خطبہ دے رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ذَكِّرْ کا بھی حکم دیا ہے کہ مَیں یاد دہانی کراؤں۔ پس مَیں اس نیت سے خطبہ دے رہا ہوں کہ مَیں اس وجہ سے بھی خدا تعالیٰ سے ثواب پانے کا مستحق ہو جاؤں۔ ثواب تو جتنا ملے اور جس راہ سے بھی وہ انسان کو اکٹھا کرنا چاہیئے۔ پس مجھے یقین ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے پچھلے سال کے مقابلے میں جماعت بہرحال آگے بڑھے گی۔ کچھ حصہ تو خود جماعت کے نمائندوں نے مجلس شوریٰ کے موقع پر بڑھا دیا تھا اور اس سال کئی لاکھ روپیہ پچھلے سال کے بجٹ سے زیادہ ہے لیکن بجٹ کی حدود پر تو جماعت کبھی بھی نہیں ٹھہری۔ ہمیشہ اس سے آگے بڑھتی ہے اور انشاء اللہ اس دفعہ بھی بڑھے گی اور جس طرح آگے بڑھ کر اس آیت کے حصہ کے مطابق جماعت خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے والی ہوگی اسی طرح جو دوسری باتیں ہیں ان میں بھی وہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے والی ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ ان جنتوں کی وارث بنے گی کہ جن جنتوں میں صحابۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے جگہ دی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کچھ ہو نہیں سکتا اور خدا تعالیٰ کا فضل اس کے بتائے ہوئے طریق کے بغیر ہم حاصل نہیں کر سکتے۔

پس جن راہوں سے خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرنے کی قرآن کریم نے ہمیں ہدایت کی ہے ان راہوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اسی کے فضلوں کو حاصل کرنے کی جماعت کو کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۸؍جنوری ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۵)